مسئلہ تکفیر وخروج، مرتب: محمد مجتبیٰ راٹھور۔ اہتمام: پاک انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز، اسلام آباد۔ ناشر: Narratives، پوسٹ بکس نمبر ۲۱۱۰، اسلام آباد۔ فون: ۲۲۹۱۵۸۶-۰۵۱۔ صفحات: ۲۴۷۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ (انگریزی میں بھی دستیاب ہے)

تکفیر اور خروج کی دونوں اصطلاحیں بالعموم یک جا ذکر کی جاتی ہیں۔ عملی صورت حال کے لحاظ سے یہ ترتیب درست ہے مگر علمی اعتبار سے اوّل الذکر کا تعلّق علم الاعتقاد اور دوسری کا تعلق علمِ سیاست وحکومت کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں قضیے اپنی نزاکت کے باعث اہلِ علم کے ہاں ہمیشہ توجہ کے قابل رہے ہیں۔ فی الاصل کفر پر قائم کسی شخص کو کافر کہنے میں کوئی کلام نہیں۔ اصل نزاع کلمہ گو مسلمان کو کافر قرار دینے میں ہے۔ یہی عمل علمی اصطلاح میں 'تکفیر' کہلاتا ہے۔ البتہ 'خروج' کا مرحلہ تکفیر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

سیاست شرعیہ کی رُو سے ارباب حل وعقد کو کافر قرار دے کر اُن کی اطاعت سے دستکش ہونا اور اُن کے خلاف اعلانِ جنگ، دراصل 'خروج' کہلاتا ہے۔ مسلمانوں کی عام اجتماعیت اس کا ہدف نہیں ہوتی بلکہ صرف حکمران یا اولی الامر ہی اس کی زد میں آتے ہیں۔ بات سمجھنے کے لیے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر خروج کے لیے تکفیر ضروری ہوتی ہے۔ اس کے برعکس تکفیر کے بعد خروج کا ہونا لازمی نہیں۔ اگرچہ اعتقادی حیثیت سے تکفیر کا تعلّق نجاتِ اُخروی کے ساتھ ہے، مگر حیاتِ دنیوی میں سماجی حقوق اور اجتماعی رویوں کی تشکیل سے بھی اس کا بہت گہرا تعلّق ہے۔ پھر معاشرے میں پایا جانے والا کم علم غیر معتدل مزاج اور تعصّبات، ایمان وکفر کے اس نزاع کو منفی رُخ دے دیتے ہیں جس کا نتیجہ ایک دوسرے پر گمراہی یا کفر کے فتوؤں اور بالآخر خون خرابے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ آج کا مسلمان معاشرہ بالعموم، اور پاکستانی سماج بالخصوص، اس مرض میں گرفتار نظر آتا ہے، اور نفرت و ہیجان کا یہ عالم ہوگیا ہے کہ اس موضوع پر لب کشائی گوناگوں خطرات سے دوچار کرسکتی ہے۔ ایسی صورت حال میں یہ بات خوش آیند ہے کہ پاک انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز نے مسئلہ تکفیر وخروج کے عنوان سے ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ایک کتاب شائع کی ہے۔ یہ کتاب دراصل ادارے کے زیراہتمام اس موضوع پر ہونے والے تین مذاکروں کی رُوداد ہے جو ملک بھر کے جیّد اور مختلف مسالک سے تعلّق رکھنے والے علما اور محققین کے درمیان منعقد ہوئے۔ مرتب نے ان رُودادوں

کو کتابی شکل میں اشاعت کے لیے مرتب کیا ہے۔ تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مرتب نے تقاریر کو تحریری اور نثری اسلوب میں ڈھالنے سے گریز کیا ہے۔ اسی بنا پر کتاب کے لوازمے پر رُوبرو گفتگو کا رنگ زیادہ نمایاں معلوم ہوتا ہے۔

ان سیمی نارز کی علمی وقعت کا اندازہ ان میں شریک معروف علما اور معتبر اہلِ تحقیق سے لگایا جاسکتا ہے۔ ان شخصیات میں: مولانا زاہدالراشدی (مہتمم الشریعۃ اکیڈمی)، مفتی محمد ابراہیم قادری (رکن اسلامی نظریاتی کونسل)، ڈاکٹر قبلہ ایاز (وائس چانسلر پشاور یونی ورسٹی)، ڈاکٹر علی اکبر الازہری (ڈائرکٹر ریسرچ منہاج القرآن، لاہور)، ڈاکٹر اعجاز صمدانی (دارالعلوم، کراچی)، علامہ عمار خان ناصر (نائب مدیر ماہنامہ الشریعۃ)، ڈاکٹر حافظ حسن مدنی (نائب مدیر ماہنامہ محدث)، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (ڈائرکٹر علما اکیڈمی لاہور)، ڈاکٹر سید محمد نجفی (ڈائرکٹر تقریب مذاہب اسلامی، اسلام آباد)، ڈاکٹر خالد مسعود (سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل) اور ممتاز صحافی خورشید ندیم شامل ہیں۔

کتاب میں تکفیر و خروج کی فقہی تعبیر کے ساتھ اس کے فرقہ وارانہ اور ریاست کے خلاف بغاوت کے پہلوؤں کا علمی جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں چند اہم اور بنیادی سوالات قائم کیے گئے ہیں لیکن شرکا کی گفتگو میں ان سوالات کا مکمل احاطہ نہیں کیا گیا۔ شاید ہر شریکِ گفتگو ان سوالات پر اپنی پوری توجہ قائم نہیں رکھ سکا ہے۔ تاہم اس کے باوجود یہ کتاب اس موضوع پر بلامبالغہ سیکڑوں ضخیم صفحات کا نچوڑ ہے۔ کتاب میں تکفیر و خروج کے تناظر میں حالیہ متشددانہ رویوں پر علمی محاکمہ اور تنقید تو موجود ہے مگر اُن عموماتِ شریعت کی متعین تشریح و توضیح نہیں ملتی جن سے استدلال کر کے آج کئی گروہ انتہاپسندی کو اختیار کر چکے ہیں۔ اسی طرح آج کی اسلامی ریاستوں میں حکمرانوں کا وہ طرزِ عمل بھی نقد و جرح سے بالکل رہ گیا ہے جس کے باعث کئی سخت گیر حلقے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ان حکمرانوں کی دین و انصاف سے دُوری اور خدا بیزاری کا علاج صرف ان کے خلاف جنگ ہے۔

یہ کتاب اس موضوع پر جمود اور خاموشی کو توڑنے، نئے زاویوں سے غور و فکر کرنے اور جدید مباحث پر دعوتِ تحقیق دینے کی ایک کامیاب کوشش قرار دی جاسکتی ہے۔ حالاتِ حاضرہ سے دل چسپی رکھنے والے اور بالخصوص دینی مدارس کے طلبہ کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ کالج اور یونی ورسٹی کے طالب علموں اور اساتذہ کے لیے تو اس کا مفید ہونا بہت واضح ہے۔ (عبدالحق ہاشمی)